آجا علی اکبرؑ آجا علی اکبرؑ

کرتی تھی فغاں دشت میں یہ مادرِ اکبرؑ

سائے وہ غم و رنج کے ہونے لگے گھرے
لاکھوں ہیں عدو اور ہیں شبیرؑ اکیلے
ہے وقتِ مدد لوٹ کے آجا علی اکبرؑ

تیغوں کے نشانے پہ ہیں اِس دَم میرے والی
دنیا کہیں شبیرؑ سے ہو جائے نہ خالی
پیاسے کے گلے پر کہیں چل جائے نہ خنجر

یہ حال ہے تنہائی کا کوئی نہیں ہمدم
اللہ رے یہ بیکسی غربت کا یہ عالم
شہہ سر کو جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں زمیں پر

یوں اُبھریں کبھی مادرِ دل خستہ کی آہیں
ہر سمت ہیں خاموشیاں ویران ہیں راہیں
اِس بَن میں تجھے ڈھونڈنے جائے کہاں مادر

وحشت زدہ اِس دشت میں دشوار ہے جینا
رو رو کے بلاتی رہی تمہیں بالی سکینہؑ
مرجائے نہ مرجائے نہ مرجائے نہ خواہر

416

اسباب بھی سب لٹ گیا سب جل گئے خیمے
بے خوف چلے آتے ہیں یہ لوٹنے والے
ڈرتی ہوں کہ لٹ جائے نہ سر سے میرے چادر

اُس وقت تو رونے لگی خود شامِ غریباں
تھرانے لگا خون میں ڈوبا ہوا میداں
جب خاک پہ بیٹھی ہوئی ماں نے کہا رو کر

پورا نہ ہوا ماں کا یہ ارمان بھی ہائے
پھر لوٹ کے واپس علی اکبرؑ نہیں آئے
ماں غمزدہ کہتی رہی رو رو کے یہ گوہرؔ